(الف) افسانوی نثر

(۱) داستان:

داستان اردو افسانوی ادب کی قدیم ترین صنف ہے۔ واقعات کو قوت متخیلہ کے سہارے بیان کرنے ہی کو فسانہ گوئی کہتے ہیں۔ اگرچہ فسانہ کے لغوی معنی جھوٹی اور فرضی کہانی کے ہیں۔ داستان بنیادی طور پر سننے سنانے یعنی بیان کا فن ہے۔ اس کے موضوعات میں عشق اہم ترین موضوع ہے۔ داستانیں تحریری شکل میں آنے سے قبل سنائی جاتی تھیں۔ داستان گوئی کی گذشتہ صدیوں میں محفلیں آراستہ ہوتی تھیں۔ داستان گو داستان بیان کرتا تھا۔ داستان اس ماحول کی پیداوار ہے جہاں لوگوں کے پاس فرصت اور اطمینان کی افراط تھی، غم روزگار سے بے نیاز تھے، فکرِ آخرت سے آزاد تھے۔ اس لیے اپنی تفریح کا سامان داستانوں سے فراہم کرتے تھے۔ داستان گو واقعات کو اپنے تخیلات سے اس حد تک دل چسپ بنا دیتے تھے کہ سامعین حیرت و استعجاب کے فضا میں غرق ہو جاتے تھے۔ داستان اور داستان گو کی کامیابی اسی میں تھی کہ وہ سامعین کی دل چسپی اور توجہ کو قائم رکھے، وہ داستان میں ایسے ناقابل یقین واقعات کو شامل کرتا تھا جو سامعین کے عالم خیال میں بھی نہ آئے ہوں۔ قصہ میں حسن و عشق کی خوش نمائیوں، خیر و شر کی لڑائیوں اور مافوق الفطرت عناصر کو شامل کر کے حیرت و استعجاب کی فضا پیدا کر کے پیش کرنے کا نام داستان ہے۔

☆ **عناصر ترکیبی:** (۱) طوالت (۲) پلاٹ (۳) کردار نگاری (۴) مافوق الفطرت عناصر (۵) منظر نگاری (۶) اسلوب۔

اُردو (یا کسی بھی زبان کے) نثری ذخیرے کو مزاجاً دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

الف۔ افسانوی ادب: افسانوی ادب (FICTION) کی چار اقسام ہیں:

۱۔ داستان
۲۔ ناول
۳۔ افسانہ
۴۔ ڈرامہ

ب۔ غیر افسانوی ادب: غیر افسانوی ادب میں فکشن کے علاوہ ہر طرح کی نثری تحریریں شامل ہیں اس کی متعدد شکلیں ہیں:

(۱) مضمون (۲) مقالہ
(۳) انشائیہ (۴) سوانح
(۵) آپ بیتی (۶) مکتوب
(۷) خاکہ (۸) تبصرہ
(۹) طنز و مزاح (۱۰) سفرنامہ (۱۱) ترجمہ
(۱۲) نثر لطیف (نثری نظم) (۱۳) اقتباسات

اصنافِ نثر
افسانوی ادب

داستان

کہنے کی چیز کو کہانی کہتے ہیں۔ قصّہ کے معنی بھی کہنا اور بیان کرنا کے ہیں۔ داستان کہانی کی سب سے اوّلین اور قدیم قسم ہے۔ اصطلاح میں داستان وہ قصّہ کہانی ہے جس کی بنیاد تخیل، رُومان اور فوق الفطرت عناصر پر ہو۔ کہانی کی قسم ہونے کے ناطے سے داستان، لکھنے اور پڑھنے سے زیادہ کہنے اور سننے کی چیز ہے اور مافی الضمیر کا فوری اور جلد اظہار لکھنے سے زیادہ کہنے میں ہوتا ہے۔ شاید اسی لیے شمر نے داستان کو فی البدیہہ تصنیف کہا ہے۔ داستان گو کا انداز براہِ راست خطاب کا ہوتا ہے۔ مثلاً وہ ہمیشہ سامعین کو "لو" "سنو" وغیرہ کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔

ایک معیاری داستان بالعموم مندرجہ ذیل اجزا سے ترکیب پاتی ہے:

(۱) پلاٹ: ہر داستان کی بنیاد کسی نہ کسی پلاٹ پر رکھی جاتی ہے اس

کے بغیر داستان کا تصور بے معنی ہے۔ اُردو داستانوں کے پلاٹ میں تنوع کی کمی ہوتی ہے بالعموم تمام داستانوں کے پلاٹ ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ہیرو کسی مقصود کو حاصل کرنا چاہتا ہے مگر بہت سی مخالف قوتیں فراہم ہوتی ہیں، وہ ہمت اور شجاعت کے ساتھ ان کا مقابلہ کرتا ہے اور بالآخر فتح یاب ہوتا ہے۔ داستانوں کے پلاٹ اپنی یکسانیت کے باوجود داستانوں کا اہم جزو ہیں۔

(۲) تخیل اور رُومان: ہر داستان گو سامعین کو ایک ایسی دنیائے تخیلات کی سیر کراتا ہے جو ان کے لیے اَن دیکھی اور بالکل اجنبی ہوتی ہے۔ اس رومانی اور خیالی دُنیا کی ہر شے انسان اور حیوان، نباتات اور جمادات غرض پوری فضا اور ماحول انوکھی اور نرالی ہوتی ہے۔

(۳) فوق الفطرت عناصر: داستان میں قدم قدم پر جن، دیو، پریاں، سحر، طلسمات، جادو، تائید غیبی، اسم اعظم، لوح اور خضر وغیرہ سے ملاقات ہوتی ہے۔ صحیح معنوں میں داستان کی بنیاد بھی فوق الفطرت اور غیر انسانی عناصر ہیں، ان کے بغیر کسی داستان میں دلچسپی اور دلکشی پیدا ہونا مشکل ہے۔

(۴) مثالی کردار: داستان میں ہمیں مثالی کرداروں سے سابقہ پڑتا ہے۔ ہیرو میں دنیا بھر کی خوبیاں اور اچھائیاں جمع ہوتی ہیں۔ وہ فوق الفطرت قوتوں کا مالک ہوتا ہے۔ ہیرو ہی نہیں داستانوں کے سارے انسان عجیب الخلقت

ہوتے ہیں۔ خیر کے مجسّمے اور بدی کے پیکر۔

(۵) خطابت اور رنگینیٔ بیان: ایک داستان گو خطیبانہ لہجہ اختیار کرتا ہے اس کی زبان میں بڑی رنگینی اور چاشنی ہوتی ہے۔ داستانوں کا اسلوب عموماً پُرتکلف اور مسجع و مقفیٰ ہوتا ہے۔ داستان گو قصّے کی عجیب و غریب تفصیلات کے ساتھ پُررعب زبان و بیان کے ذریعے بھی سامع کو متاثر اور مسحور کرتا ہے۔

(۶) تحیّر انگیزی: داستان کے واقعات و بیانات اتنے حیرت انگیز ہوتے ہیں کہ سامع مبہوت ہو کر سنتا ہے۔ کامیاب داستان گو سننے والوں کی دلچسپی اور اشتیاق کو ختم نہیں ہونے دیتا۔ بلکہ جزئیاتِ قصّہ کے ذریعے ان کی حیرت و استعجاب کو مسلسل بڑھاتا رہتا ہے۔

(۷) داستانیں عموماً مائل بہ طوالت ہوتی ہیں۔ ہر شے کو بالتفصیل اور جزئیات سمیت بیان کیا جاتا ہے، وسعت اور پھیلاؤ، داستان کا بنیادی مزاج ہے طوالت کے لیے ضمنی قصّوں کے علاوہ قدرتی مناظر، سماجی تقاریب اور جادو کے کرشموں وغیرہ کا مفصل ذکر کیا جاتا ہے۔ اُردو میں "فسانۂ عجائب" جیسی مختصر داستان بھی ملتی ہے۔ مگر اکثر داستانیں بہت طویل ہیں، طلسم ہوشربا اور بوستانِ خیال وغیرہ۔

بہر حال داستانوں کے اندر ایک عجیب و غریب مگر وسیع و عریض دنیا

8:56
Today
8:51 PM

آباد ہے۔ شہزادے، شہزادیاں، وزراء، امراء، تاجر، حکام، سپاہی، نوکر، خواجہ سرا، طوطے اور دیگر پرندے، محلات کی فضا، جنگلوں، صحراؤں، پہاڑوں اور ان دیکھے مقامات کی تفصیل سحر و ساحری کی کرامات، ناممکن الوقوع اور حیرت انگیز باتیں، ایسی شخصیتیں جن کا وجود ہماری دنیا میں کہیں نہیں نظر آتا۔ اگر دو چار داستانیں پڑھ لیں تو ان کی بورکن یکسانیت کھٹکنے لگتی ہے۔ ایک جیسا پلاٹ، ایک جیسے واقعات اور انجام ہمیشہ طربیہ، حقیقت کی دنیا سے داستان کا تعلق کم ہی ہوتا ہے۔ داستان گوئی وقت گزاری کے لیے بے کاروں کا دلچسپ مشغلہ تھا۔

دُنیا کی کوئی زبان بھی داستانوں کے ذخیرے سے خالی نہیں ہے۔ دیگر زبانوں کی طرح عربی و فارسی کے قدیم لٹریچر میں بھی داستانوں کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ اُردو زبان اور شاعری کی طرح، اُردو داستان کا بھی عربی اور فارسی داستان سے گہرا تعلق ہے۔ ادب کے دکنی دور میں متعدد داستانیں لکھی گئیں مگر ان میں سے بیشتر منظوم تھیں۔ ویسے تو ملا وجہی نے اپنی تصنیف "سب رس" کو بھی داستان قرار دیا۔ لیکن حسین عطا خاں تحسین کی "نو طرز مرصع" (۱۷۷۵ء) کو اُردو کی پہلی اور باقاعدہ نثری داستان مانا گیا ہے۔ اس کے بعد بیشمار داستانیں لکھی گئیں۔ انیسویں صدی میں تو داستان گوئی نے باقاعدہ ایک

(منظوم - پرو یا گیا) (نظم کیا گیا)

فن کی شکل اختیار کر لی۔ دہلی اور لکھنؤ کے بعض داستان گوؤں نے بڑی شہرت پائی۔

"نو طرز مرصع" بیشتر اردو داستانوں کی طرح فارسی سے ترجمہ کی گئی تھی۔ اس کی زبان بہت مشکل اور پیچیدہ تھی اس پر عربی فارسی کا غلبہ ہے۔ فورٹ ولیم کالج کے اہتمام میں حیدر بخش حیدری نے "آرائش محفل" (۱۸۰۱ء) اور "توتا کہانی" (۱۸۰۱ء) خلیل خاں اشک نے "داستان امیر حمزہ" (۱۸۰۱ء) مظہر علی ولا نے "ہفت گلشن" (۱۸۰۱ء) اور میر امن نے "باغ و بہار" (۱۸۰۲ء) لکھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد داستانیں لکھی گئیں۔ مگر "باغ و بہار" کو اپنے منفرد اندازِ بیان اور سلیس و برجستہ زبان کے سبب بے مثال قبول عام حاصل ہوا۔ فورٹ ولیم کالج سے باہر بھی متعدد داستانیں۔ رانی کیتکی کی کہانی (انشاء، ۱۸۰۳ء) "ہفت گلشن" (مہجور، ۱۸۰۷ء) "فسانۂ عجائب" (رجب علی بیگ سرور، ۱۸۲۵ء) "گل صنوبر" (نیم چند کھتری، ۱۸۴۲ء) "الف لیلیٰ" (عبدالکریم، ۱۸۴۷ء) "بوستان خیال" خواجہ بدرالدین امان۔ "طلسم ہوشربا" (۸ جلدوں میں) "سروش سخن" (فخرالدین سخن دہلوی ۱۸۶۰ء) اور "طلسم حیرت" وغیرہ لکھی گئیں۔ ان میں سے بیشتر داستانیں فارسی سے ترجمہ کی گئی ہیں۔ "فسانۂ عجائب" البتہ طبع زاد ہے۔ مگر اس کا انداز، واقعات، افرادِ قصہ، کہانی کی فضا اور تفصیلات وغیرہ دیگر داستانوں

سے مختلف نہیں۔ البتہ یہ دیگر داستانوں کے برعکس نسبتاً مختصر ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے "فسانۂ عجائب" لکھنوی اندازِ نگارش کی نمائندہ ہے۔ اور ایک خاص دَور کے لکھنؤ کی تہذیب و ثقافت کا حسین و جمیل مرقع بھی۔

* * *

داستان انحطاطی دَور کی پیداوار ہے۔ کم از کم اُردو میں داستانوں کا بڑا ذخیرہ اس وقت وجود میں آیا جب ہندوستان انگریزوں کے سامنے سرنگوں ہو رہا تھا۔ وہ نواب اور اُمراء و سلاطین جو زندگی کی برہنہ حقیقتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ داستان کی طلسماتی فضا میں اپنی ناآسودہ خواہشات کی تسکین پاتے۔ انہیں کی چسکی لگا کر داستان سننے میں مگن رہتے جب عام انسان بھی داستان گوؤں کی مجلسوں میں باقاعدگی اور پابندی سے حاضر ہوتے اور داستانوں کی تخیلاتی دنیا میں اپنی اُن آرزوؤں کی تکمیل پاتے جو عام زندگی میں پوری نہیں ہو سکتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ داستان کو محض خیالی، غیر حقیقی، غیر فطری، مصنوعی اور بناوٹی صنف اور دفترِ بے معنی قرار دیا گیا۔ اور اس میں ہزار طرح کے عیوب و نقائص نکالے گئے۔

درحقیقت داستانوں پر اعتراض کی اصل بنیاد وہ مافوق فطرت عناصر ہیں جو داستانوں کے رگ و پے میں خون کی طرح گردش کرتے ہیں مگر معترضین

15

اس حقیقت کو نظر انداز کر جاتے ہیں کہ قدیم ادب میں ان غیر فطری عناصر کی موجودگی انسان کے فطری تقاضوں اور تمدنی ضرورتوں کی پیداوار ہے۔ انسانی تہذیب و تمدن اور روایات و ثقافت کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اس "دفترِ بے معنی" کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔ انسان کا شعور ایک طویل عرصے تک تخیل و طلسمات کا اسیر رہا۔ اسیری کے ان مراحل سے گزر کر ہی اس کے اندر پختگی اور بلوغت پیدا ہوئی۔ بہرحال یہ عناصر انسانی شعور کے ارتقا اور تکمیل میں اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اپنی حیثیت اور نوعیت کے اعتبار سے داستانوں میں ان غیر فطری عناصر کی موجودگی ایک فطری ضرورت تھی۔ ہم چاہیں تو اس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

داستانیں ہمارے سامنے قدیم دور کے ماحول، معاشرت، رسوم و رواج، عقائد و نظریات اور طور طریقوں کو پیش کرتی ہیں۔ یوں علمی، معلوماتی اور تاریخی اعتبار سے بھی داستانوں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

داستانوں سے بعض واقعات اور کرداروں کے کارناموں سے ہم چاہیں تو بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ ان میں حق گوئی و بے باکی، سخاوت و فیاضی، ایثار و قربانی، شجاعت و بہادری اور عزم و ہمت کی اچھی مثالیں ملتی ہیں۔

داستانیں حیرت انگیز واقعات اور مہمات کے سبب اپنے اندر بڑی

Send Favorite Edit Delete More

8:57
Today
8:51 PM

دلکشی، رنگینی اور دلچسپی کا سامان رکھتی ہیں۔ یہ تفریح کا عمدہ ذریعہ ہیں۔
ادبی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو داستانیں قدیم طرزِ تحریر کے متنوع نمونے پیش کرتی ہیں۔ ان میں زبان و بیان کے خوبصورت نمونے ملتے ہیں۔ اُردو ادب خصوصاً اُردو نثر اور افسانوی ادب کی تاریخ میں داستان کو اہم مقام حاصل ہے۔ جدید ناول اور مختصر افسانے کے ارتقائی تسلسل میں داستان پہلا سنگِ میل ہے۔ اس لحاظ سے اس کی افادیت و اہمیت مُسلّم ہے۔

ناول

ناول (NOVEL) اطالوی زبان کا لفظ ہے جو انگریزی کے توسط سے اُردو میں رائج ہوا۔ اس کے معنی ہیں "انوکھا، نرالا اور عجیب" اصطلاح میں ناول وہ قصّہ یا کہانی ہے، جس کا موضوع انسانی زندگی ہو اور ناول نگار زندگی کے مختلف پہلوؤں کا مکمل اور گہرا مشاہدہ کرنے کے بعد ایک خاص سلیقے اور ترتیب کے ساتھ اپنے تجربات و مشاہدات کو کہانی کی شکل میں پیش کر دے۔ ناول میں حقیقت نگاری بنیادی چیز ہے، فرضی، خیالی اور مافوقِ فطرت باتوں سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ دراصل ناول

Send Favorite Edit Delete More